''......اور مارشل لاء نافذ کر دیا گیا!''

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مرحوم استاد دامن نے کہا تھا:

ساڈے دیس چ موجاں ای موجاں
جدّھر ویکھو فوجاں ای فوجاں

استاد کا اشارہ ''ضیاء الحقی مارشل لاء'' کی طرف تھا۔ اس سے پہلے وہ ایوب خانی اور یحییٰ خانی مارشل لاؤں کا ذکر بھی...... ''جی او میریا ڈھول سپاہیا!'' کہہ کر کر چکے تھے۔ اس لیے مارشل لاء کا ذکر جب بھی آتا ہے، ہمیں موجیں مارتی ہوئی فوجیں، بندے مارتے ہوئے ڈھول سپاہی، جھک مارتے ہوئے سیاست دان اور بہت کچھ...... یاد آجاتا ہے۔ ہمیں پاکستان کا پہلا مارشل لاء یاد آجاتا ہے۔ ۱۹۵۳ء کے خونیں ایام یاد آتے ہیں۔ جنرل اعظم خان، خواجہ ناظم الدین اور میاں ممتاز دولتانہ یاد آتے ہیں۔ پچھلے دنوں ''خبریں'' کی ایک اشاعتِ خاص (۱۴ر ستمبر) میں، ڈاکٹر صفدر محمود کی طویل تحریر...... ''اور مارشل نافذ کر دیا گیا'' شائع ہوئی تو ہمیں یہ سب کچھ بہت یاد آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے لکھا تھا کہ......

''۲۵ر مارچ ۱۹۵۳ء کو میاں ممتاز دولتانہ اور ان کی کابینہ مستعفی ہوگئی جس کی دو وجوہ تھیں۔ ایک وجہ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ تھی جس نے خواجہ ناظم الدین اور میاں ممتاز دولتانہ کے مابین اختلافات کی خلیج کو وسیع تر کر دیا تھا۔ دوسری وجہ قادیانیوں کے خلاف تحریک تھی جسے عام طور پر ''ختم نبوت تحریک'' کہا جاتا ہے، اس تحریک نے پنجاب میں امن و امان کو بالکل ختم کر دیا تھا۔ اس کا اعصابی مرکز لاہور تھا۔ اور صوبائی دارالحکومت میں حالات پر قابو پانے کے لیے ۶ر مارچ ۱۹۵۳ء کو مارشل لاء نافذ کر دیا گیا، جو مئی تک جاری رہا۔ یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ میاں ممتاز دولتانہ نے اس تحریک کا رُخ مرکزی حکومت کی طرف موڑنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کی پاداش میں انہیں نہ صرف اپنے منصب کی قیمت ادا کرنی پڑی بلکہ اس سے خواجہ ناظم الدین کی برطرفی کی راہ بھی ہموار ہوگئی۔

اینٹی احمدیہ موومنٹ یا ختم نبوت تحریک کے نتیجے کے طور پر مارشل لاء کا لگنا بھی ایک طرح سے مسلم لیگ کی کمزوری کی علامت تھی کیونکہ اگر مسلم لیگ صحیح معنوں میں ایک عوامی اور منظم جماعت ہوتی تو صورتحال کو اس قدر بگڑنے نہ دیا جاتا کہ سول انتظامیہ بے بس ہوجاتی اور فوج کو نظم و نسق سنبھالنا پڑتا۔ دراصل ختم نبوت تحریک علماء نے شروع کی جو سمجھتے

تھے کہ احمدی مُرتد ہیں۔ وہ ظفر اللہ خان اور دوسرے احمدی افسران کے بڑھتے ہوئے اثر کو ناپسند کرتے تھے۔ یہ تحریک کئی ماہ جاری رہی اور تقریباً ہر روز پانچ دس ہزار افراد سڑکوں پر احتجاج کرتے، سرکاری املاک کو آگ لگاتے اور تھانوں پر حملے کرتے۔ ۶/ مارچ ۱۹۵۳ء کے دن کئی دکانوں کو آگ لگادی گئی اور لاہور کے اندرون شہر میں صورتحال نازک ہوگئی۔ جب تحریک اپنے عروج پر تھی تو دولتانہ صاحب نے بیان دے دیا کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے اور ظفر اللہ کو ڈسمس کر دیا جائے، چنانچہ اسی دن مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ اس طرح پاکستان بننے کے بعد پہلی دفعہ فوج سیاست میں ملوث ہوئی۔ ''پاکستان میں جمہوری عمل کی بنیادوں پر یہ پہلی کاری ضرب تھی۔''

ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ لکھا ہے، وہ اخذ وترتیب کا کمال تو ہوسکتا ہے، مشاہدہ اور بیانِ واقعہ نہیں۔ تحریک مقدس، تحفظ ختم نبوت کو ''اینٹی احمدیہ موومنٹ'' یا ''احرار احمدی نزاع'' کہنے والوں نے ہمیشہ اسی یک طرفہ نقطۂ نظر کی ترجمانی کی ہے جسے تاریخ ہمیشہ کے لیے غلط ثابت کر چکی ہے۔ ۱۹۵۳ء میں تحفظ ختم نبوت کا مطالبہ کرنے والے گردن زدنی تھے اور ۱۹۷۴ء میں سرافراز وظفریاب؟ کاش، پوچھو کہ مدّعا کیا ہے؟

تحریک تحفظ ختم نبوت کو ممتاز دولتانہ کی سازش اور سازباز کہنا کوئی ''اچھوتی بانگی'' نہیں ہے۔ یہ مرزائیوں کا پروپیگنڈہ ہے۔ ورنہ یہ عجیب ''سازش'' تھی جو ناظم الدین کے ساتھ ساتھ دولتانہ کو بھی لے ڈوبی۔ حقیقت یہ ہے کہ سازش تو لیاقت علی خان کے قتل سے شروع ہو چکی تھی۔ ناظم الدین کا وزیراعظم بنایا جانا بھی اسی سازش کا حصہ تھا۔ کیونکہ موصوف کے وزیراعظم بنتے ہی......ایک طرف تو

(۱)　تیل کے مسئلے پر ایران اور نہر سویز کے مسئلے پر مصر کی حمایت کی پالیسی ترک کردی گئی۔ برطانیہ بہادر کی خوشنودی کی خاطر!

(۲)　امریکہ نے پاکستان کو امریکی گندم کی درآمد کے لیے ڈیڑھ کروڑ ڈالر کا قرض دینے کی پیش کش کردی۔......

اور دوسری طرف

(۱)　مشرقی پاکستان میں قومی زبان کے مسئلہ پر، پُرتشدد تحریک شروع ہوگئی۔

(۲)　کراچی میں طلباء ایجی ٹیشن کے ہنگامے شروع ہوئے اور پولیس کی فائرنگ سے ایک ہی دن میں سات طلباء ہلاک ہوئے۔

(۳)　سندھ میں صوبائی مسلم لیگ کے صدر ایوب کھوڑو نے وزیراعظم کے خلاف بغاوت کردی۔

(۴)　پنجاب کے وزیراعلیٰ دولتانہ نے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ کی مخالفت کی تو صوبے کی لیڈرشپ اور رائے عامہ کاملاً ان کی تائید میں تھی۔

(۵)　قادیانیوں کی تبلیغی، تنظیمی اور سیاسی سرگرمیاں خطرناک حد تک بڑھ گئیں۔ بلوچستان کو مرزائی ریاست بنانے کی

''بشارت'' عام تھی مرزائیوں نے وزیرخارجہ چودھری سر ظفراللہ کی زیر سرپرستی ملکی اداروں میں اسی قدر اثر ونفوذ حاصل کرلیا جتنا آج امریکہ میں یہودیوں کو حاصل ہے۔

کیا یہ سب دولتانہ کی سازش تھی؟ دولتانہ نے تو تحریک ختم نبوت کو تشدد سے کچلنا چاہا، لیکن آگ اور بھڑک اٹھی۔ راج سنگھاسن ڈولنے لگا تو وہ محتاط ہوگئے بعد میں جب مارشل لاء لگایا گیا تو وہ بھی لیگی مرکز کے ایماء پر لگایا گیا تھا نہ کہ فوج کی خواہش اور دولتانہ کی کوشش سے! فوجیوں کو تو یہ معلوم نہیں تھا کہ تحریک چلانے والے انڈیا کے حق میں ہیں یا پاکستان کو بچانے کے لیے موومنٹ چلا رہے ہیں۔ وہ تو یہ کہ کر گولی چلاتے تھے کہ ''غدّارو! کمینو! پاکستان دشمنو! جب ان مارشل لائی افراد کو حقیقت حال کا علم ہوا تو انھوں نے گولی چلانے سے انکار کردیا۔ پھر پنجاب پولیس اور مرزائی افسروں نے مل کر گولیاں برسائیں اور جی بھر کے ناموس رسالت کے پروانوں کو بھونا۔ اور یہ سب کچھ مسلم لیگی جاگیرداروں نے کیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ ان حالات میں خواجہ ناظم الدین کی ''وزارتِ عظمیٰ'' کیا کررہی تھی؟ ۱۱؍اگست ۱۹۵۲ء سے ۲۶؍فروری ۱۹۵۳ء تک، خواجہ صاحب سے تحریک ختم نبوت کے رہنماؤں کی مسلسل ملاقاتیں رہیں۔ خواجہ کی تان اسی بات پر آ کر ٹوٹتی رہی کہ......

> ''میں جانتا ہوں کہ اگر مجلس عمل کے مطالبات مان لوں تو سارے پاکستان میں پاپولر ہو جاؤں گا مگر مشکل یہ ہے کہ امریکہ سے جو معاملات طے ہوئے ہیں وہ خراب ہوجائیں گے۔ ظفراللہ کو ہٹادوں تو گندم کا ایک دانہ نہ ملے گا تم لوگ میری مشکلات کو نہیں جانتے......''

لیکن خواجہ کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا جو ظفراللہ خاں آج اتنا مؤثر ہوگیا ہے وہ کل کو کیا کچھ نہ کر گزرے گا؟...... نتیجہ یہ نکلا کہ تحریک زور پکڑ گئی۔ یہی وہ مرحلہ تھا جب ''مارشل لاء سے مارشل لاء تک کے مصنف سید نور احمد مرحوم (سابق ڈائریکٹر تعلقاتِ عامہ پنجاب) کے بقول

''گورنر جنرل کے لیے فیصلہ کن قدم اٹھانے کا وقت آ گیا تھا۔ لیکن انھوں نے ایک مہینے کے قریب انتظار کیا اور خواجہ ناظم الدین کو اس بات کی مہلت دی کہ وہ چند سیاسی فیصلے اپنی قلم سے کر جائیں۔ فیصلے یہ تھے۔

(۱) دولتانہ سے کہا گیا کہ پنجاب کے وزیراعلیٰ کے عہدے سے مستعفی ہو جائیں۔ اور صوبائی مسلم لیگ کی صدارت بھی خالی کردیں۔

(۲) ان کی جگہ مشرقی پاکستان کے گورنر ملک فیروز خان نون کو پنجاب کا وزیراعلیٰ مقرر کردیا گیا۔

(۳) ملک فیروز خان نون کی جگہ مشرقی پاکستان کی گورنری پر چودھری خلیق الزماں کو فائز کردیا گیا۔

(۴) ان فیصلوں کی کامیابی کی ضمانت کے طور پر دولتانہ سے یہ بھی کہا گیا وہ پنجاب اسمبلی کی مسلم لیگ پارٹی کے سامنے خود تجویز پیش کرکے اپنے جانشین کو پارٹی لیڈر منتخب کرائیں۔ اور پھر طویل عرصے کے لیے پاکستان سے

باہر چلے جائیں۔ دولتانہ کو لاہور میں مارشل لاء کا ڈنڈا نظر آتا تھا۔ انھوں نے تمام احکام کی تعمیل کر دی۔ اور اپنے بال بچوں کو لے کر یورپ کی سیر کو چلے گئے۔'' (صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰)

دولتانہ اور خواجہ ناظم الدین کی باہمی چپقلش اور آویزش کا جو نزلہ مسلم لیگ پر گرا' اس آویزش و سازش کا زیادہ اثرِ بد مسلمانوں کے عقائد پر پڑا۔ کیونکہ مسلم لیگی بزرجمہر بنیادی طور پر سیکولر اور لبرل تھے۔ اس لیے عقائد کو قربان کرنا ان کے لیے بہت آسان تھا اور انھوں نے اسلامی عقائد قربان کر کے ہی مرزائیوں کو اقتدار کی ڈوری تھمادی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب میں مرزائیوں نے اپنے اقتدار کے لیے مسلم لیگی سورماؤں کو اسی ڈوری سے نچایا۔ لوگوں نے اس نچانے والے کو بھی دیکھا اور ناچنے والوں کو بھی! مجلس احرار اسلام اس تماشے کو برداشت نہ کر سکی اور پاکستان کی تباہی و ویرانی کو کھلی آنکھوں نہ سہہ سکی تو اس نے آل پارٹیز کنونشن بلایا۔ اس کنونشن میں مرکزی حکومت کے سامنے مسلمانوں کے متفقہ چار مطالبات رکھے گئے کہ:

(۱) مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔
(۲) ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے الگ کیا جائے۔
(۳) مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے الگ کیا جائے۔
(۴) ربوہ کی زمین پر مہاجروں کو آباد کیا جائے۔

مطالبات تسلیم نہ کئے جانے کی صورت میں تحریک چلائی گئی اور اس کی بنیاد انہی مطالبات پر رکھی گئی اور اس تحریک کا نام ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' رکھا گیا۔ مسلم لیگی گوسفندوں نے اور مرزائی جتھہ بندوں نے اس مقدس تحریک کو ''اینٹی احمدیہ مووومنٹ'' کہا جو کہ ڈاکٹر صفدر محمود نے بھی لکھنا پسند کیا۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے احرار کا نام لیتے ہوئے یوں قلم چھپالیا۔ جیسے ہندو پتنیاں اپنے دھرم پتی کا نام لیتے ہوئے جھینپ جاتی ہیں۔ پھر انھوں نے لکھا ہے کہ ''علماء سمجھتے تھے کہ احمدی مرتد ہیں'' اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات لکھنے والا ابھی تک بندۂ بیگانہ ہے۔ ورنہ غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام کے تمام مرزائیوں کو مرتد ہی سمجھتے ہیں۔ ''غیر مرتد'' تو انہیں وہ مسلم لیگی ہی سمجھتے ہیں جن کے دروازے آج بھی ان کے لیے کھلے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ان مرتدوں کو احمدی لکھا ہے حالانکہ تمام مسلمان انہیں ''مرزائی اور قادیانی'' کہتے اور لکھتے ہیں اور یہی ان کا آئینی نام اور شناخت ہے۔

آخر میں ڈاکٹر صاحب سے ایک ہی گزارش ہے کہ خدارا تاریخ میں ''اجتہاد'' نہ فرمائیں۔ اگر انھوں نے (ر) جسٹس جاوید اقبال کے ''اجتہادات'' سے متأثر ہو کر اجتہاد فرمانا شروع کر دیا تو یہ ان کی بہت بڑی غلطی ہوگی۔ البتہ وہ اگر علامہ اقبال کے شبابِ فکر کی روشنی میں کوئی رائے قائم کرنا پسند کریں تو بہت مناسب ہے۔!

(۱۰/اکتوبر ۱۹۹۵ء)